مسجدِ اقصیٰ کی تاریخی اہمیت

www.hamditabligh.net

انجینئر نوید احمد

www.quranacademy.com

مسجد اقصیٰ کے حوالے سے ایک غلط فہمی ہے جو اکثر و بیشتر تحریر و تقریر میں نظر آتی ہے۔ عام طور پر اِسے قبلہ اوّل کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ بات درست نہیں۔ مسجدِ حرام قبلہ اوّل ہے اور اب قیامت تک یہی قبلہ رہے گا۔ درمیان میں کچھ عرصہ کے لئے مسجد اقصیٰ کو اللہ نے مسلمانوں کی آزمائش کے لئے قبلہ کی حیثیت دی تھی۔ پھر تحویلِ قبلہ کے حکم کے ذریعہ دوبارہ مسجدِ حرام کو قبلہ بنا دیا گیا۔ مسجدِ حرام کے قبلہ اوّل ہونے کا ذکر قرآنِ حکیم اور حدیث نبوی ﷺ دونوں میں ہے۔ سورۂ آل عمران آیت 96 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ ﴿﴾ (آل عمران: 96)

''بے شک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں (کی عبادت) کے لئے یقیناً وہ مکہ میں ہے''۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنۡ اَبِى ذَرٍّ قَالَ قُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ اَىُّ مَسۡجِدٍ وُضِعَ اَوَّلاً؟ قَالَ الۡمَسۡجِدُ الۡحَرَامُ قُلۡتُ ثُمّ اَىٌّ؟ قَالَ ثُمَّ الۡمَسۡجِدُ الۡاَقۡصٰى قُلۡتُ كَمۡ كَانَ بَيۡنَهُمَا؟ قَالَ اَرۡبَعُوۡنَ ثُمَّ قَالَ حَيۡثُمَا اَدۡرَكَتۡكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ وَالۡاَرۡضُ لَكَ مَسۡجِدٌ (بخاری)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اِس روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ''مسجدِ حرام''۔ میں نے پوچھا اِس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مسجدِ اقصیٰ''۔ میں نے کہا اِن دونوں کی تعمیر کے دوران کل کتنا وقفہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''چالیس سال''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں جہاں نماز پڑھنا نصیب ہو، پڑھ لو، تمہارے لئے ساری زمین مسجد ہے''۔

نسائی شریف کی شرح میں امام السندی نے اِس حدیث کی وضاحت میں تحریر کیا ہے کہ:

ليس المراد بناء ابراهيم للمسجد الحرام وبناء سليمان للمسجد الأقصى فان بينهما مدة طويلة بلا ريب بل المراد بناؤهما قبل هذين البنائين

''اس سے مراد مسجدِ حرام کی وہ تعمیر نہیں ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی اور نہ مسجدِ اقصیٰ کی وہ تعمیر جو حضرت سلیمانؑ نے کی، اِن تعمیرات کے درمیان تو بڑی طویل مدت ہے، بلکہ یہاں اِن تعمیرات سے قبل کی تعمیرات کا ذکر ہے''۔

گویا انسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں ہی دونوں مساجد تعمیر کی گئیں اور اکثر اہلِ علم کی رائے ہے کہ یہ دونوں مساجد حضرت آدمؑ نے تعمیر فرمائیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

بَعَثَ اللّٰهُ جِبۡرِيۡلَ اِلٰى اٰدَمَ وَ حَوَّاءَ فَاَمَرَ هُمَا بِبِنَاءِ الۡكَعۡبَةِ فَبَنَاهُ اٰدَمُ ثُمَّ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِهٖ وَ قِيۡلَ لَهٗ اَنۡتَ اَوَّلُ النَّاسِ وَ هٰذَا اَوَّلُ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (بیہقی)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت آدمؑ و بی بی حوا سلامٌ علیہا کی طرف بھیجا اور اُن کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ پس حضرت آدمؑ نے اُسے تعمیر کیا۔ پھر اللہ نے اُنہیں طواف کرنے کا حکم دیا اور اُن سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے جو کہ لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے''۔

ابن ہشام نے اپنی کتاب ''التیجان'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف جائیں اور اُس کی بنیاد رکھیں، تو اُنہوں نے جا کر اُس کو تعمیر کیا۔ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر ان دونوں مقامات اور اِن سے ملحق سرزمین کے تقدس کا ذکر کیا گیا۔ مسجدِ حرام یا بیت اللہ

کی حرمت یوں بیان کی گئی:

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ ﴿ (المائدہ :97)

''اللہ نے بنا دیا ہے اِس کعبہ کو حرمت والا گھر اور لوگوں کی بقا کا ذریعہ''۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اُس کے پاسباں ہیں ، وہ ہے پاسباں ہمارا

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ج وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿ (آل عمران :96 -97)

''بے شک پہلا گھر جو کہ مقرر کیا گیا لوگوں (کی عبادت) کے لئے یقیناً وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور (وہ ذریعہ) ہدایت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔ اِس میں بڑی واضح نشانیاں ہیں اور مقام ابراہیم (ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ) ہے اور جو کوئی بھی اِس (گھر) میں داخل ہو گیا وہ ہو گیا امن میں اور اللہ کے لئے لوگوں پر (فرض) ہے اِس گھر کا حج کرنا جو کوئی بھی استطاعت رکھتا ہو اِس کی طرف راستہ (اختیار کرنے) کی اور جس کسی نے کفر (استطاعت کے باوجود حج نہیں) کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہے''۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی وَعَھِدْنَا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ﴿ (البقرۃ :125)

''اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ بنایا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیمؑ کھڑے ہوئے تھے اُس کو نماز کی جگہ بنا لو اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو''۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّطَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ﴿ (الحج :26)

''اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو آباد کیا خانہ کعبہ کے پاس (اور اُنہیں حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف رکھنا''۔

مسجدِ اقصیٰ سے ملحق سرزمین کی برکتوں کا ذکر اِس طرح کیا گیا:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿ (المائدۃ :21)

''(حضرت موسیٰؑ نے فرمایا) اے میری قوم کے لوگو! داخل ہو جاؤ اِس مقدس سرزمین (فلسطین) میں کہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ تم ہو جاؤ گے خسارہ پانے والوں میں سے''۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَۃً تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖٓ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا ط وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿ (الانبیاء :81)

''اور ہم نے مسخر کر دی تھی سلیمانؑ کے لئے تیز ہوا جو کہ چلتی تھی اُن کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف کہ جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے''۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا (الاعراف :137)

''اور ہم نے وارث بنا دیا اُن (بنی اسرائیل) کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اُس سرزمین (فلسطین) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی''۔

اِس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی اُس عظیم سلطنت کی طرف اشارہ ہے جو 1020 ق م میں حضرت طالوت نے فلسطین اور اُس کے گرد و نواح میں قائم کی اور پھر وہ حضرت سلیمانؑ کے دور میں اپنے عروج کو پہنچی۔

وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الْقُرَی الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا قُرًی ظَاھِرَۃً وَّقَدَّرْنَا فِیْھَا السَّیْرَ (السبا :18)

''اور ہم نے اُن (قومِ سبا) کے اور (فلسطین کی) اُن بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی (ایک دوسرے کے متصل) دیہات بنائے تھے جو سامنے نظر آتے تھے اور اُن میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا''۔

اِس آیتِ مبارکہ کے لفظ ''القریٰ'' سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برکت صرف فلسطین کی بستی میں نہیں رکھی گئی بلکہ اُن تمام بستیوں میں رکھی گئی ہے جو کہ اِس سرزمین سے

ملحق تھیں۔
مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ اور اِن سے ملحق مقامات کی یہی اہمیت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں مقامات کو دعوتِ توحید کے مراکز بنا دیا۔ جب اُن کی قوم اُن کی جان کی دشمن ہوئی تو اللہ نے اُنہیں بیت المقدس کی طرف ہجرت کروائی :

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿﴾ (الانبیاء :71)

''اور ہم نے بچالیا اُن (ابراہیمؑ) کو اور لوطؑ کو بھی ایک ایسی سرزمین (فلسطین) کی طرف کہ جس میں ہم نے برکت رکھی تھی تمام جہان والوں کے لئے''۔
اِس آیتِ مبارکہ میں واردلفظ ''العالمین'' سے واضح ہوتا ہے کہ سرزمینِ فلسطین کی برکات تمام جہان والوں کے لئے ہیں۔ یہودیوں کا یہ خیال باطل ہے کہ اِس سرزمین کی برکات صرف اُن ہی کے استفادے کے لئے ہیں۔ ہجرت کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے دعوتِ توحید کا ایک مرکز اِس سرزمین کو بنایا۔ اُن کے چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحاقؑ اور پوتے حضرت یعقوبؑ کا مسکن یہی مقدس سرزمین تھی۔ اِسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کو مسجدِ حرام کے پاس شہرِ مکہ میں آباد فرمایا :

رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴿﴾ (ابراہیم :37)

''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو لا بسایا ایک ایسی بنجر وادی میں جہاں کوئی کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس''۔
ان مساجد کی ابتدائی تعمیر حوادثِ زمانہ کی وجہ سے منہدم ہوگئی۔ مسجد حرام کو اُس کی سابقہ بنیادوں پر حضرت ابراہیمؑ نے دوبارہ تعمیر کیا جن کا دور ایک اندازے کے مطابق **1861** ق م کا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ﴿﴾ (البقرۃ:127)

''اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں اللہ کے گھر کی اور اُن کے ساتھ اسماعیلؑ''۔
حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت سلیمانؑ تک تمام انبیاء کرام کا قبلہ مسجد حرام ہی رہا۔ مسجدِ اقصیٰ کو دوبارہ حضرت سلیمانؑ (جن کا زمانہ **965** ق م کا ہے) نے تعمیر کیا اور اس کے بعد یہود نے اِس مسجد کو قبلہ بنالیا۔ تمام انبیاء کرام بشمول انبیائے بنی اسرائیل بیت اللہ کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اِسی کا حج کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج کی آواز لگائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿﴾ (الحج :27)

''اور (اے ابراہیمؑ) لوگوں میں حج کا اعلانِ عام کرو۔ وہ تیرے پاس آئیں گے پیدل اور دبلے اونٹوں پر اور ہر دُور کے راستے سے آئیں گے''۔
اِس آیت میں الناس کا ذکر ہے جس میں بنو اسرائیل اور اُن کے تمام انبیاء بھی شامل ہیں۔ اب اگر بنو اسرائیل کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کا قبلہ بیت اللہ ہی تھا تو اُن کے بعد آنے والی نسلوں کا قبلہ تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بنو اسرائیل اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے دین پر تھے۔ جب حضرت یعقوبؑ کا قبلہ بیت اللہ تھا تو ان کی اولاد یعنی بنو اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس کیسے ہوسکتا ہے؟
حضرت موسیٰؑ کو (جن کا دور ***1436*** ق م کا ہے) اللہ نے حکم دیا :

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴿﴾ (یونس:87)

''اور ہم نے موسیٰؑ اور اُن کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ رُخ کرو اور قائم کرو نماز''۔
حضرت موسیٰؑ کے دور میں وہ قبلہ کون سا تھا جس کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا؟ بلاشبہ وہ مسجد حرام ہی تھا۔ امام طبریؒ نے اِس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کا قول نقل کیا ہے کہ :

''وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کے حکم میں قبلہ سے مراد "کعبۃ" ہے''۔
حضرت موسیٰؑ کے دور ہی میں اللہ نے بنی اسرائیل کو خوشخبری دی کہ اگر وہ بیت المقدس میں آباد عمالقہ نامی قوم کے خلاف قتال کریں تو اللہ اُن کو فتح دے گا :

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿﴾ (المائدۃ :21)

''(حضرت موسیٰؑ نے فرمایا) اے میری قوم کے لوگو! داخل ہو جاؤ اِس مقدس سرزمین (فلسطین) میں کہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور پیٹھ نہ پھیرنا

ورنہ تم ہو جاؤ گے خسارہ پانے والوں میں سے"۔

قوم نے اِس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور قتال کرنے سے صاف انکار کر دیا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ﴿﴾ (المائدۃ :24)

"(وہ بولے کہ اے موسیٰ ؑ !) تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے"۔

حضرت موسیٰ ؑ نے اللہ سے اپنی قوم کی بزدلی پر ناراض ہو کر فریاد کی:

رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿﴾ (المائدۃ :25)

"موسیٰ ؑ نے (اللہ سے) التجا کی کہ اے اللہ! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا، تو ہم میں اور اِن نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے"۔

اللہ نے جواب میں فرمایا:

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿﴾ (المائدۃ :26)

"اللہ نے فرمایا کہ وہ سرزمین اُن پر چالیس برس تک کے لئے حرام کر دی گئی، بھٹکتے پھریں گے زمین میں، پھر اِن نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرنا"۔

40 سال تک صحرا میں بھٹکنے کے دوران ایک نئی نسل صحرا میں پل کر جوان ہوئی۔ اِس نسل پر فرعون کی غلامی کے اثرات نہیں تھے۔ جیسے کہ اقبال نے کہا ہے:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

صحراء میں پرورش پانے والی اِس نسل نے اُس وقت کے نبی حضرت یوشع بن نون ؑ کی قیادت میں جہاد کیا اور ارضِ مقدس پر فتح حاصل کی۔ یہ فتح عارضی ثابت ہوئی اور کچھ ہی عرصہ بعد محکوم قوم یعنی عمالقہ دوبارہ غالب آ گئی اور اُس نے اسرائیلیوں کو ارضِ مقدس سے نکال باہر کیا۔ اِس کے بعد حضرت طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل دوبارہ منظم ہوئے اور 1020 ق م میں اُنھوں نے ارضِ مقدس پر فتح حاصل کر کے مستحکم حکومت قائم کی۔ 16 سال حضرت طالوت خلیفہ رہے، پھر 40 سال حضرت داؤد ؑ کی خلافت رہی اور اس کے بعد 40 سال تک حضرت سلیمان ؑ خلیفہ رہے۔ حضرت سلیمان ؑ (جن کا دور 965 ق م کا ہے) نے ارضِ مقدس میں ایک مسجد بنائی جسے ہیکلِ سلیمانی کہا جاتا ہے۔ ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں:

اِنَّ دَاوٗدَ ابْتَدَأَ بِنَاءَ الْبَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اِنِّيْ لَاَقْضِيْ بِنَائَهٗ عَلٰى يَدِ سُلَيْمَانَ (طبرانی)

"حضرت داؤد ؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے بنیادیں رکھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی کی کہ میں مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سلیمان ؑ کے ہاتھوں مکمل کرواؤں گا"۔

اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ لَمَّا بَنٰى بَيْتَ الْمَقْدِسِ سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلَاثَةً: سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حُكْمًا يُّصَادِفُ حُكْمَهٗ فَاُوْتِيَهٗ وَسَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ فَاُوْتِيَهٗ وَسَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ اَنْ لَّا يَاْتِيَهٗ اَحَدٌ لَّا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلَاةَ فِيْهِ اَنْ يُّخْرِجَهٗ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ. (النسائی)

"حضرت سلیمان ؑ بن داؤد ؑ نے جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کی دعا کی۔ اُنھوں نے اللہ سے ایسا فیصلہ کرنے کی توفیق مانگی جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ پس اُن کی دعا پوری کی گئی۔ اُنھوں نے اللہ سے ایسی حکومت کا سوال کیا جو اُن کے بعد کسی اور کو عطا نہ ہو۔ پس اُن کا سوال پورا کیا گیا۔ جب وہ مسجد بنا کر فارغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جب بھی کوئی شخص اِس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے آئے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر نکلے جیسے کہ اُس کی ماں نے اُسے جنا ہو"۔

حضرت سلیمان ؑ کے بعد اُن کے جانشین باہم جنگ وجدال میں دست وگریباں ہو گئے اور اُن کی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی ریاست اسرائیل کہلائی جسے 700 ق م میں آشوریوں نے تباہ کر دیا اور جنوبی ریاست یہودا کہلائی جس پر 587 ق م میں بابل کے حکمران بخت نصر نے حملہ کیا۔ اُس نے حضرت سلیمان ؑ کی قائم کردہ مسجد کو شہید کر دیا، پورے شہر کو اُجاڑ دیا، 6 لاکھ اسرائیلیوں کو قتل کیا اور 6 لاکھ کو قیدی بنا کر بابل لے گیا:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿﴾ (بنی اسرائیل :4 - 5)

"اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے

سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیئے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا''۔

حضرت عزیرؑ جو اُس وقت کے نبی تھے، شہر سے باہر تھے۔ اُنہوں نے واپس آ کر اُجڑے ہوئے شہر کو دیکھا تو حیران ہوئے کہ جس شہر کے بارے میں مستقبل کی پیشگوئیاں اُن کے علم میں ہیں، یہ شہر دوبارہ کیسے آباد ہوگا؟ سورۂ بقرۃ آیت 259 میں ارشاد ہوا :

اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِکَ وَ لِنَجۡعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَ انۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا ثُمَّ نَکۡسُوۡہَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۵۹﴾

''یا اُس شخص کی طرح جس کا گزر ہوا ایک ایسی بستی پر جو گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔ اُس نے کہا کہ اللہ اِس بستی کو مرنے (یعنی تباہ ہونے) کے بعد کیسے زندہ (یعنی آباد) کرے گا۔ تو اللہ نے اُسے موت دے دی سو برس تک کے لئے پھر اُسے زندہ کیا۔ پوچھا تم کتنا عرصہ رہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اُس سے بھی کم۔ فرمایا (اللہ نے) بلکہ تم سو برس رہے ہو۔ پس دیکھو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو وہ خراب تک نہیں ہوئیں اور دیکھو اپنے گدھے کو (جو مرا پڑا ہے) اور ہم تمہیں تمام لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنا دیں گے اور دیکھو (گدھے کی) ہڈیوں کو کہ ہم اُن کو کیسے جوڑ دیتے ہیں اور اُن پر گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اُس کے مشاہدے میں آئے تو وہ بول اُٹھا کہ میں جان گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

حضرت عزیرؑ نے 100 سال کا یہ تجربہ پورا کیا اور دوسری طرف ایران کے بادشاہ ذوالقرنین نے بابل پر حملہ کر کے اسرائیلیوں کو آزاد کرا دیا۔ اب اُن کے قافلے دوبارہ بیت المقدس آنا شروع ہوئے اور حضرت عزیرؑ کی تجدیدی مساعی کے ذریعہ اُن میں پھر سے ایمان اور یقین کی شمعیں روشن ہوئیں اور سیرت و کردار کی اصلاح ہوئی۔ کچھ عرصہ یونانیوں کے ساتھ اسرائیلیوں کی معرکہ آرائی رہی اور آخر کار وہ 175 ق۔م میں دوبارہ ایک عظیم سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس کا نام تھا مکابی سلطنت۔ اب اُنہوں نے دوبارہ ہیکلِ سلیمانی کے نام سے ایک مسجد تعمیر کر لی۔ اللہ نے اِس کا ذکر یوں فرمایا :

ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا ﴿۶﴾ (بنی اسرائیل : 6)

''پھر ہم نے دوسری بار تم کو اُن پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تمہیں کر دیا کثیر افرادی قوت والا''۔

حضرت مریم سلامٌ علیہا کی پرورش اسی ہیکلِ سلیمانی میں ہوئی اور پھر حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش بھی یہ ہی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یہ مقام عیسائیوں کے لئے بھی تقدس کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی جب بعثت ہوئی تو اسرائیلیوں یعنی یہودیوں نے اُن پر دو بہتان لگائے۔ پہلا یہ کہ وہ بغیر والد کے پیدا نہیں ہوئے بلکہ معاذ اللہ ولد الزنا ہیں۔ دوسرا یہ کہ اُن کے پیش کردہ معجزات دراصل جادو ہیں۔ جادو کرنا ارتداد ہے اور شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ اُنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو مرتد قرار دے کر مصلوب کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے اُن کو آسمان پر اُٹھا لیا۔

وَّ مَا قَتَلُوۡہُ وَ مَا صَلَبُوۡہُ وَ لٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ ؕ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوۡہُ یَقِیۡنًا ﴿۱۵۷﴾ۙ بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ ؕ (النساء : 157-158)

''اور اُنہوں نے اُن (عیسیٰؑ) کو قتل نہیں کیا اور نہ اُنہیں صلیب پر لٹکایا بلکہ اُن کے لئے یہ معاملہ مشکوک کر دیا گیا اور جو لوگ اِس معاملہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس بارے میں شک میں ہیں۔ اُن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے اور اُنہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اُٹھا لیا''۔

اب یہودیوں کو حضرت عیسیٰؑ کے انکار اور اُن پر بہتان طرازی کی سزا اِس طرح ملی کہ رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں بیت المقدس پر حملہ کر کے ایک بار پھر ہیکل کو شہید کر دیا۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار یہودی مار دیئے اور بقیہ کو بیت المقدس سے نکال کر اُن کے شہرِ مقدس میں داخلہ پر پابندی لگا دی۔ قرآنِ حکیم میں اِس کا ذکر اس طرح ہوا :

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَہَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ لِیَسُوۡٓءٗا وُجُوۡہَکُمۡ وَ لِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ کَمَا دَخَلُوۡہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ لِیُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِیۡرًا ﴿۷﴾ (بنی اسرائیل : 7)

''اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے ہی لئے کرو گے اور اگر برے اعمال کرو گے تو (اُن کا) وبال بھی تمہاری ہی جانوں پر ہوگا۔ پھر جب دوسرے (وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (ہیکل) میں داخل ہو گئے تھے اُسی طرح پھر اُس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اُسے تباہ کر دیں''۔

یہ یہودیوں کا دورِ انتشار کہلاتا ہے جس میں یہ دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل جانے پر مجبور ہو گئے۔

313ء میں رومن ایمپائر نے بحیثیت مجموعی عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ اب اُنہوں نے بیت المقدس کے مشرقی حصے میں جہاں حضرت مریم سلامٌ علیہا نے سکونت اختیار کی تھی اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر لیں۔

610ء میں نبی کریم ﷺ پر ظہورِ نبوت ہوا اور 10 سال بعد یعنی 620ء میں آپ ﷺ نے سفرِ معراج کے دوران مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفر کیا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾

(بنی اسرائیل: 1)

''وہ (اللہ) پاک ہے جو لے گیا ایک ہی رات میں اپنے بندے ﷺ کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اُس (بندے) کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سب سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے''۔

معراج کے معنی ہوتے ہیں عروج حاصل کرنا۔ آپ ﷺ کے لئے اصل معراج تو تھا آسمانوں کی طرف جانا اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنا لیکن اس سے قبل آپ ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی ارواح سے ملاقات کی اور دو رکعات نماز میں اُن کی امامت کی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

وَقَدۡ رَاَیۡتُنِیۡ فِیۡ جَمَاعَةٍ مِّنَ الۡاَنۡبِیَاءِ، فَاِذَا مُوۡسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیۡ، فَاِذَا رَجُلٌ ضَرۡبٌ جَعۡدٌ کَاَنَّہٗ مِنۡ رِجَالِ شَنُوۡءَةَ، وَاِذَا عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ قَائِمٌ یُّصَلِّیۡ اَقۡرَبُ النَّاسِ بِہٖ شَبَهًا عُرۡوَةُ بۡنُ مَسۡعُوۡدِ نِ الثَّقَفِیُّ، وَاِذَا اِبۡرَاھِیۡمُ قَائِمٌ یُّصَلِّیۡ اَشۡبَهُ النَّاسِ بِہٖ صَاحِبُکُمۡ یَعۡنِیۡ نَفۡسَہٗ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَاَمَمۡتُهُمۡ (مسلم)

''میں نے اپنے آپ کو (شبِ معراج) انبیاءؑ کی جماعت کے اندر پایا۔ میں نے دفعتاً دیکھا کہ موسیٰؑ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا موسیٰؑ ایک مرد ہیں متوسط قد کے کسی قدر دبلے، گول بدن والے گویا کہ وہ قبیلہ شنوۃ کے ایک مرد ہیں۔ پھر میری نظر عیسیٰؑ پر پڑی جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اُن سے بہت ملتے جلتے ہیں عروہ بن مسعود ثقفیؓ۔ پھر میں نے اچانک ابراہیمؑ کو نماز پڑھتے دیکھا جن سے تمہارے یہ دوست (یعنی خود نبی اکرم ﷺ) بہت مشابہ ہیں۔ پھر نماز کا وقت آ گیا اور میں نے اُن سب کی امامت کی''۔

اِس سارے عمل کی حکمت یہ حقیقت واضح کرنا تھی کہ مسجدِ حرام کے ساتھ ساتھ اب مسجدِ اقصیٰ کے متولی بھی نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اُمتی ہیں۔

ابتداء میں مسلمانوں کی آزمائش کے لئے مسجدِ اقصیٰ کو قبلہ کا درجہ دیا گیا تھا۔ اِس کا حکم قرآنِ حکیم میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحیِ خفی کے ذریعہ یہ حکم نبی اکرم ﷺ کو دیا۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مسجدِ حرام سے شدید قلبی محبت تھی۔ مکی دور میں تو مسلمان نماز میں اس طرح رُخ کرتے کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ دونوں سامنے ہوتے۔ اِسے استقبالِ قبلتین کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک آزمائش آ گئی۔ مدینہ کے شمال میں مسجدِ اقصیٰ اور جنوب میں مسجدِ حرام ہے۔ اب اگر مسجدِ اقصیٰ کی طرف رُخ کیا جائے تو مسجدِ حرام کی طرف پشت ہو جاتی ہے۔ اِس سے مقصود صحابہ کرامؓ کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ مسجدِ حرام سے اپنی محبت کو ترجیح دیتے ہیں یا اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے مسجدِ حرام کے بجائے بیت المقدس کو قبلہ بنا لیتے ہیں۔ سورۃ بقرۃ آیت 143 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِیۡ کُنۡتَ عَلَیۡهَاۤ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡهِ ؕ وَاِنۡ کَانَتۡ لَکَبِیۡرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ ؕ

''اور ہم نے نہیں مقرر کیا وہ قبلہ جس پر کہ (اے نبیؐ) آپ تھے مگر اس لئے تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون ہے جو رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اُس کے برعکس جو اپنی ایڑھیوں کے بل رُخ پھیر لیتا ہے اور یقیناً وہ بہت بھاری (حکم) تھا سوائے اُن لوگوں کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی''۔

جب صحابہ کرامؓ کا امتحان اچھی طرح سے ہو گیا تو ہجرت کے 16 ماہ بعد 624ء میں تحویلِ قبلہ کا حکم اِن الفاظ میں وارد ہوا:

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَحَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ ﴿﴾ (البقرۃ: 144)

''(اے نبیؐ) ہم دیکھ رہے ہیں آپؐ کے چہرے کا بار بار اُٹھنا آسمان کی طرف۔ پس ہم پھیرے دیتے ہیں آپؐ کے چہرے کو اُس قبلہ کی طرف کہ جس سے آپؐ محبت کرتے ہیں، تو پھیر لیجئے اپنے چہرے (رخ) کو مسجدِ حرام کی طرف اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں پر بھی ہو پس پھیر لو اپنے چہروں کو اُس (مسجدِ حرام) کی طرف''۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے پانچ سال بعد 637ء میں مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کر لیا۔ یہ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تھا۔ عیسائیوں نے پُرامن طور پر ایک

معاہدے کے ذریعہ بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کیا۔ اِس سے قبل مسلمانوں نے کئی روز سے اِس شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن وہ شہر کو فتح کرنے سے قاصر تھے۔ عیسائیوں کے مذہبی رہنماؤں نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ ہماری کتابوں میں اُس بادشاہ کے تمام اوصاف درج ہیں جس کے ہاتھوں یہ شہر فتح ہوگا۔ ہم تم میں ایسا بادشاہ نہیں پاتے۔ مسلمانوں نے یہ اوصاف دریافت کیے۔ اوصاف جاننے کے بعد کہا کہ یہ تو ہمارے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے اوصاف ہیں۔ قرآنِ مجید میں اِس بات کا ذکر یوں ہے:

ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (الفتح: 29)

''اُن (صحابہؓ) کی مثال تورات میں ہے اور اُن کی مثال انجیل میں ہے''۔

حضرت عمرؓ کو خصوصی طور پر بیت المقدس آنے کی دعوت دی گئی۔ آپؓ آئے اور عیسائیوں نے ایک معاہدے کے تحت یہ شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ معاہدہ کرتے وقت عیسائیوں نے مطالبہ کیا کہ یہودیوں کو اِس شہر میں داخلے کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ ہمارا دین اِس کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ معاہدے میں یہ طے ہوا کہ یہودی اِس علاقہ میں آباد نہ ہوسکیں گے یعنی یہاں کوئی رہائشی، صنعتی یا زرعی اراضی یا عمارت نہیں خرید سکیں گے۔ مسلمانوں کے تمام ادوارِ حکومت میں یہودیوں نے اِس پابندی کو ختم کرانے کی کوشش کی اور بعض مواقع پر بھاری مالی امداد کی بھی پیشکش کی لیکن کوئی مسلمان حکمران اِس پر تیار نہ ہوا۔

دورِ بنواُمیہ میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے 685ء میں اُس چٹان پر ایک گنبد کی تعمیر کا آغاز کیا جس پر سے نبی اکرم ﷺ شبِ معراج آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اِس گنبد کی تعمیر 691ء میں مکمل ہوئی اور یہ ''قبۃ الصخراء'' کے نام سے مشہور ہوا۔ بعدازاں اِس گنبد کے جنوب مشرق میں اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے مسجد اقصیٰ کے نام سے ایک عبادت گاہ تعمیر کی۔ یہ تعمیر 709ء تا 714ء جاری رہی۔ بعد کے ادوار میں بھی مسلمان سلاطین قبۃ الصخراء اور مسجد اقصیٰ میں مختلف تعمیراتی کام کراتے رہے۔ یہودی قبۃ الصخراء کی تصاویر کے نیچے مسجد اقصیٰ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جب وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کریں تو لوگوں کو میڈیا پر قبۃ الصخراء کی تصاویر دکھا کر مطمئن کیا جائے کہ مسجد جوں کی توں سلامت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے ایک ہزار سال مکمل ہونے پر یورپ کے عیسائیوں میں مذہبی رہنماؤں نے بہت جوش و خروش پیدا کیا اور اُنہیں حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش یعنی بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لئے جنگ پر آمادہ کیا۔ یہ پہلی صلیبی جنگ تھی جس کے لئے زور و شور سے تیاری شروع ہوگئی اور اِس کے نتیجہ میں 1099ء میں عیسائیوں نے مسلمانوں سے بیت المقدس چھین لیا۔ اِس شہرِ مقدس پر عیسائیوں کا قبضہ 88 برس تک رہا۔ 1187ء میں مسلمانوں نے صلاح الدین ایوبیؒ کی قیادت میں بیت المقدس دوبارہ حاصل کیا۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ نے سازش کے ذریعہ عربوں اور ترکوں کو آپس میں لڑا کر بیت المقدس سے ترکوں کو بے دخل کر دیا۔ پھر مشرق وسطیٰ کو کئی عرب ممالک میں تقسیم کر کے اپنی اجارہ داری قائم کر دی۔ 1917ء میں برطانوی وزیرِ خارجہ بالفور نے ''اعلانِ بالفور'' کے ذریعہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ یہودیوں نے فلسطینیوں سے منہ مانگے داموں جائیدادیں خریدیں اور جنہوں نے اپنی جائیدادیں فروخت کرنے سے انکار کیا اُنہیں برطانوی حکومت کے تعاون سے زبردستی بے دخل کر دیا گیا۔ دستاویزات کے ذریعہ ثابت کیا گیا کہ فلاں جائیداد دو ہزار سال قبل ہمارے فلاں بزرگ کے نام تھی جس پر آج کوئی فلسطینی قابض ہے۔ برطانوی حکومت نے اِس طرح کے دعوے قبول کیے اور یوں یہودی فلسطین میں آباد ہوتے چلے گئے۔ یہ دھاندلی مسلسل جاری رہی۔ یہودیوں کو باہر سے لا کر فلسطین میں آباد کیا جاتا رہا جبکہ اُنہیں اٹھارہ سو برس قبل یہاں سے نکال دیا گیا تھا اور بالآخر برطانیہ اور امریکہ کی ملی بھگت سے 1948ء میں فلسطین کے 56 فیصد علاقے پر قبضہ کر کے ایک یہودی ریاست اسرائیل کے نام سے قائم کر دی گئی۔ یہودیوں کو جب برطانیہ کے زیرِ سرپرستی فلسطین میں ناجائز طور پر آباد کیا جا رہا تھا تو اس پر اقبال نے کہا تھا:

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

اسرائیل کے اِس طرح قیام کو کوئی بھی باضمیر انسان نہ جائز قرار دے گا اور نہ ہی تسلیم کرے گا۔ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح نے اسرائیل کو مغربی دنیا کا ناجائز بچہ قرار دیا۔ 25 اکتوبر 1947ء کو جب کہ ابھی قیامِ اسرائیل کے منصوبہ کو پیش کیا جا رہا تھا، بانیٔ پاکستان نے رائٹر نیوز ایجنسی کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

''فلسطین کے بارے میں ہمارے موقف کی وضاحت اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ چودھری ظفر اللہ خان نے کر دی ہے۔ مجھے اب بھی یہ امید ہے کہ

تقسیم (فلسطین) کا منصوبہ مسترد کردیا جائے گا ورنہ ایک خوفناک چپقلش کا شروع ہونا ناگزیر اور لازمی امر ہے۔ یہ چپقلش صرف عربوں اور منصوبہ تقسیم نافذ کرنے والوں کے درمیان نہ ہوگی بلکہ پوری اسلامی دنیا اِس فیصلہ کے خلاف عملی بغاوت کرے گی کیوں کہ ایسے فیصلے (اسرائیل کے قیام) کی حمایت نہ تاریخی اعتبار سے کی جاسکتی ہے اور نہ ہی سیاسی اور اخلاقی طور پر۔ ایسے حالات میں پاکستان کے پاس اِس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ عربوں کی مکمل اور غیر مشروط حمایت کرے اور خواہ مخواہ کے اشتعال اور دست درازیوں کو روکنے کے لئے جو کچھ اُس کے بس میں ہے پورے جوش وخروش اور طاقت سے بروئے کار لائے''۔

یہاں تک کہ یہود کے خالصتاً مذہبی عناصر بھی اسرائیل کے اِس طرح سے قیام کو جائز نہیں سمجھتے۔ معروف یہودی اسکالر ڈاکٹر ایلمر بلجر نے اپنے مقالے ''کیا اسرائیل بائبل کی پیشینگوئیوں کی تکمیل ہے'' میں لکھا ہے کہ :

''یہ ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ کوئی پکا مذہبی یہودی یہ نہیں مانتا کہ موجودہ اسرائیلی ریاست اُس طریقہ ٔ عمل سے وجود میں آئی ہے جو بائبل کے احکامات سے ذرا بھر بھی مطابقت رکھتا ہو''۔

جون **1967** ء میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیل نے بیت المقدس سمیت فلسطین کے مزید **22** فیصد علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ بیت المقدس پر اُن کے قبضہ کو **40** برس ہونے کو آرہے ہیں۔ یہودیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہورہا ہے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرکے تیسری بار اپنا ہیکل تعمیر کرسکیں۔ اِسی لئے اب مسجد اقصیٰ کے گرد زور وشور سے کھدائی کا عمل شروع کردیا گیا ہے۔ عیسائی اِس معاملہ میں یہودیوں کی پوری طرح سے پشت پناہی اِس لئے کررہے ہیں کہ اُنہیں یہودیوں نے مسلسل پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ بات سمجھادی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی آمد کے لئے ضروری ہے کہ اِس سے قبل بیت المقدس میں ایک اسرائیلی ریاست قائم ہوجائے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اِس حوالے سے مل کر یہ منصوبہ بندی کی تھی کہ **2007** ء میں مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے سے قبل اُن تمام مسلمان ملکوں کے خلاف فیصلہ کن کاروائی کی جائے جن سے اِس ناپاک یہودی منصوبہ کو کوئی خطرہ ہے۔ لہٰذا **2001** ء میں پاکستان اور افغانستان کو تباہ کرنے کا منصوبہ تھا۔ پاکستان تو ایک **U-Turn** لے کر فوری تباہی سے بچ گیا لیکن افغانستان میں اسلامی حکومت کو تہس نہس کردیا گیا۔ **2003** ء میں عراق پر حملہ کرکے اُس کا بھرکس نکال دیا گیا۔ **2005** ء میں ایران کے خلاف اقدام کا منصوبہ تھا لیکن عراق وافغانستان میں غیر معمولی مزاحمت نے اِس منصوبہ کو ناکام بنادیا۔ بہرحال اب بھی یہودی لابی امریکہ کی قیادت پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ ایران کے خلاف بھی اقدام کردیا جائے۔

اِس پورے معاملہ میں پاکستان اور افغانستان کی جو عرب کے مشرق میں واقع ہیں، خصوصی اہمیت ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے :

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِيِّ يَعْنِىْ سُلْطَانَهٗ (ابنِ ماجہ)

''مشرق سے فوجیں نکلیں گی جو مہدی کی حکومت قائم کرنے کے لئے منزل پر منزل مارتی چلی آئیں گی''۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرق کے کسی علاقے میں پہلے ہی اسلامی حکومت قائم ہوچکی ہوگی۔ ایک اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ علاقہ خراسان کا ہوگا :

تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُوْدٌ لَا يَرُدُّهَا شَىْءٌ حَتّٰى تُنْصَبَ بِاِيْلِيَاءَ (ترمذی)

''خراسان کی جانب سے علم چلیں گے، ان کو کوئی روک نہ سکے گا جب تک کہ وہ ایلیاء میں جاکر نصب نہ ہوجائیں''۔

ایلیاء، بیت المقدس کا ایک دوسرا نام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں خراسان اُس علاقے کا نام تھا جس میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور افغانستان کا بڑا حصہ شامل ہے۔ گویا یہی علاقہ ہے جہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ اِس خطہ میں طالبان کی اسلامی حکومت کا قائم ہونا، دیگر جہادی سرگرمیاں اور پھر پاکستان کا ایٹمی قوت بن جانا اسرائیل کے لئے باعث تشویش ہے۔ **1967** ء میں بن گوریان نے پیرس میں کہا تھا کہ ہمیں عرب ممالک سے نہیں صرف پاکستان سے خطرہ ہے۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو امریکہ میں پیشکش کی گئی تھی کہ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرلے تو پاکستان کو ناقابلِ تصور مالی امداد دی جائے گی۔ اُنہوں نے اِس کے جواب میں کہا تھا: **"Our souls are not for sale"**۔ اب بھی جب پرویز مشرف صاحب نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات کی تو بھارت میں متعین اسرائیلی سفیر کے اعلیٰ کونسل مشیر لیوی رائٹس نے کہا کہ ''اگر صدر پرویز مشرف اسرائیل کو تسلیم کروالیں تو اسرائیل پاکستان کے لئے وہ کچھ کرسکتا ہے جس کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں ہے''۔

آج جب کہ مسجد اقصیٰ کی شہادت کے لئے کاروائی کا آغاز کردیا گیا ہے ہمیں اپنی غیرتِ دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حکومت کو اسرائیل کے اِس ناپاک عزم کے خلاف فیصلہ کن مؤقف اختیار کرنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ بعض دانشور یہ گمراہی پھیلا رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کی مسلمانوں کے لئے کوئی خاص اہمیت نہیں لیکن مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ اِس گمراہ کن تصور کی نفی کے لئے کافی ہیں :

وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا (بخاری)

''تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا (ثواب کی نیت سے) قصد کر کے سفر کرنا جائز نہیں ہے، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اِس مسجد (یعنی مسجد نبویؐ) کا''۔

مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ شَكَّ عَبْدُاللّٰهِ (ابوداؤد)

''جس نے بھی مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لیے حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھا اُس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے یا اُس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی''۔ عبداللہ کو شک گزرا کہ آپ ﷺ نے اِن دونوں میں سے کون سے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی فِی الْمَسَاجِدِ الْاَرْبَعَةِ غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ (نسائی)

''جس نے چار مساجد میں نماز پڑھی اُس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے''۔

امام السندی نے اِس حدیث کی وضاحت میں تحریر کیا ہے کہ:

فی المساجد الأربعة لعل المراد بها مسجد مكة والمدينة ومسجد قباء والمسجد الأقصٰى

''چار مساجد سے مراد ہے مکہ اور مدینہ کی مساجد، مسجد قبا اور مسجد اقصیٰ''۔

صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِهٖ بِصَلَاةٍ وَّصَلَاتُهٗ فِی مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ صَلَاةً وَّصَلَاتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُجْمَعُ فِیْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلَاةٍ وَّصَلَاتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلَاةٍ وَّصَلَاتُهٗ فِی مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلَاةٍ وَّصَلَاتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ (نسائی)

''ایک شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کے اجر کے برابر ہے اور اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے اجر کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے اجر کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے اجر کے برابر ہے اور مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے اجر کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے اجر کے برابر ہے''۔

آج کیفیت یہ ہے کہ:

مسجد اقصیٰ روتی ہے اُمتِ مسلمہ سوتی ہے

کاش ہمارا کوئی حکمران پھر سے صلاح الدین ایوبیؒ کی صورت اختیار کر کے میدان میں آئے اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت کی خدمت بجا لا کر عظیم سعادتوں سے سرفراز ہو جائے۔ آمین